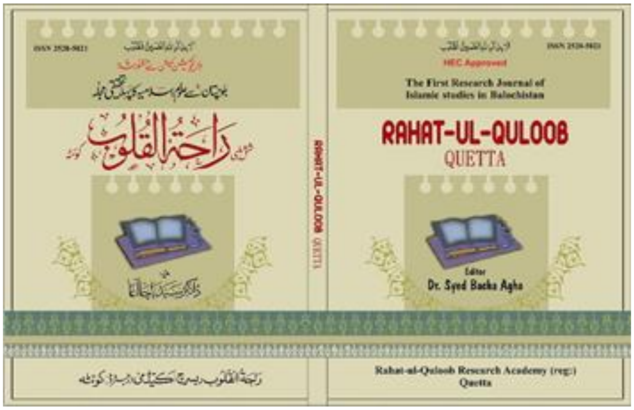

OPEN ACCESS

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

RAHAT-UL-QULOOB

Bi-Annual, Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN: (P) 2025-5021. (E) 2521-2869

Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**

Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.

Website: www.rahatulquloob.com

Approved by Higher Education Commission Pakistan

Indexing: » Australian Islamic Library, IRI (AIOU), Tahqeeqat, Asian Research Index, Crossref, Euro pub, MIAR, ISI, SIS.

TOPIC

کم سنی کی شادیاں وجوہات، نفسیاتی مسائل اور تدراک: آزاد کشمیر کے تناظر میں

Child marriages, causes, psychological issues and preventions: In the prospects of Azad Jammu and Kashmir

AUTHOR

1. Dr. Mir Yousaf Mir, Assistant Professor, Department of Urdu University of Azad Jammu and Kashmir, Muzaffarabad, Pakistan.
   Email: muhammad.yousaf@ajku.edu.pk
2. Sira Qayum, Lecturer (V) Department of Urdu, University of Azad Jammu and Kashmir, Muzaffarabad. Pakistan. Email: sairaqayum@ajku.edu.pk

How to Cite: Dr. Mir Yousaf Mir, & Saira Qayum. (2022). URDU: کم سنی کی شادیاں وجوہات، نفسیاتی مسائل اور تدراک: آزاد کشمیر کے تناظر میں: Child marriages, causes, psychological issues and preventions: In the prospects of Azad Jammu and Kashmir. *Rahat-Ul-Quloob*, *6*(2), 99-109.
https://doi.org/10.51411/rahat.6.2.2022/422

http://rahatulquloob.com/index.php/rahat/article/view/422

Vol. 6, No.2 || July–December 2022 || URDU-Page. 99-109

Published online: 05-08-2022

QR. Code

کم سنی کی شادیاں وجوہات، نفسیاتی مسائل اور تدراک: آزاد کشمیر کے تناظر میں

Child marriages, causes, psychological issues and preventions: In the prospects of Azad Jammu and Kashmir

[1]میر یوسف میر [2]سائرہ قیوم

ABSTRACT

Under Age marriage is a problem of the whole world. It is also present in Azad Kashmir. Especially developing countries are suffering from it. There are many reasons for such marriages. These marriages are direct and indirect development of the country. There is a big obstacle in the way. Early marriages are the result of irrationality. Most people who marry young are infected with HIV, gynecology, disease, poverty, mental, economic, social, psychological, physical, reproductive health, complications during pregnancy, and blood transfusions. However, it is also true that the society of Azad Kashmir is not tribal, due to which the oppression on social consciousness is not as high as in the traditional tribal society. They are reviewing their marriage traditions. But this does not mean that minority marriages are not a social issue. Such cases are still being reported. I think the best time to get married is when the children become physically and mentally mature adults then they should get married so that in both cases there are physical and psychological problems. If less than 12 to 15 years of age then this trend is now very low. Incidents of underage marriages are rarely reported. The proportion is much lower than before.

Key words: Under Age marriages, irrationality, psychological, reproductive, Tribal.

دور حاضر میں نسل انسانی بے شمار مسائل کا شکار ہے اور زیادہ تر مسائل انسان کے اپنے پیدا کر دہ ہیں۔ ان مسائل میں ایک بڑا مسئلہ کم سنی کی شادیاں بھی ہیں۔ کم سنی کی شادیاں (Child Marriages) ویسے تو پوری دنیا کا مسئلہ ہے لیکن عام طور پر ترقی پذیر ممالک کے معاشروں میں یہ قبیح رسم زیادہ رائج، جس میں عام طور پر پندرہ سال سے کم عمر لڑکیوں اور لڑکوں کی شادیاں کروائی جاتی ہیں۔ اس رسم کا شکار نہ صرف لڑکیاں ہوتی ہیں بلکہ لڑکے بھی ہیں۔ کم سنی کی شادی یعنی نابالغ بچوں کی شادیوں کا دنیا میں کوئی نیا تصور نہیں ہے بلکہ یہ سماجی برائی ہزاروں سال انسانی تاریخ کے ساتھ ساتھ چلی آرہی ہے۔ International Centre For Research on Women کی رپورٹ کے مطابق سالانہ پانچ کروڑ بچیوں کی کم سنی میں شادی کروائی جاتی ہے اور اس میں پچانواں فی صد کم عمر ماوں کا تعلق ترقی پذیر اور تھرڈ ورلڈ ممالک سے ہے۔ UNICEF کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان کم سنی کی شادیوں کے لحاظ سے دنیا میں چھٹے نمبر پر ہے۔ کم سنی کی شادیوں کا رواج قدیم یونان سے شروع ہوا جہاں لڑکیوں کی کم سنی میں شادی اور ان کے جلد ماں بننے کو نیک شگون خیال کیا جاتا تھا۔ یونان میں تو دس سال کی عمر کی شادیوں کے حوالہ جات بھی موجود ہیں اور اسی طرح دنیا کی کئی کالونیوں میں بھی یہی روایت موجود تھی، لیکن وہ تو شاہی اور حاکمانہ ادوار تھے۔ اب تو جدت اور لبرل ازم کے تحت دنیا کے تقاضے اور ضروریات بدل چکی ہیں۔ اب تو ان فرسودہ روایات و رسومات کو ختم ہو جانا چاہیے تھا

لیکن آج بھی دنیا کے ہر ملک میں یہ رسم موجود ہے۔ کہیں یہ رسم کم ہے اور کہیں زیادہ ہے۔عام طور پر تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ دین اسلام میں کم سنی کی شادی کا حکم ہے جب کہ ایسا نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"تم میں سے جو مرد عورت بے نکاح کے ہوں ان کا نکاح کر دو اور اپنے نیک بخت غلام اور لونڈیوں کا بھی۔"[1]

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکما فرمایا:"اے علی! تین کاموں میں تاخیر نہ کرو۔ایک نماز جب اس کا وقت آجائے۔دوسرا جنازہ جب کہ وہ تیار ہو جائے، تیسرا بن بیاہی عورت کا رشتہ جب کہ اس کا مناسب رشتہ مل جائے۔"[2]

بالا قرآنی آیت اور حدیث کے علاوہ کئی اسلامی حوالہ جات موجود ہیں جہاں شادی اور نکاح کی جلدی کی تو تلقین کی گئی ہے لیکن اس میں عمر کا کہیں بھی تعین نہیں کیا گیا کہ کس عمر میں شادی ہونی چاہیے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جب لڑکا اور لڑکی بلوغت کو پہنچ جائیں مطلب دونوں عاقل اور بلاغ ہو جایئں تو نکاح کا حکم دیا گیا ہے۔ معائدہ نکاح کے لیے فریقین کا عاقل و بالغ ہونا ضروری ہوتا ہے اور بلوغت کے لیے قرآن نے خود عمر کا تعین نہیں کیا۔ یہ عمر مختلف ممالک کی آب و ہوا اور کئی دیگر اسباب کے تحت مختلف ہے۔ نکاح نامہ کے فارم میں بھی ایک عمر کا خانہ موجود ہوتا ہے۔ بلوغت کی عمر سے کم عمر کا نکاح قانونا جائزہ بھی نہیں ہے۔ تمام آئمہ کرام علاماتِ بلوغ پر رضامند ہیں اور اس میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔جب بھی لڑکا اور لڑکی جسمانی اور زہنی طور پر عاقل اور بالغ ہوں تو نکاح ہو جانا چاہیئے۔ اسلام میں بلوغت پر ہی فریقین کی رضامندی سے ہی شادی کی اجازت ہے،اس لیے کم عمری کی شادی کو اسلام سے جوڑنا کسی طور پر بھی مناسب نہیں۔ مولانا سلطان احمد اصلاحی، اپنے ایک مضمون "کم سنی کی شادی اور اسلام"میں لکھتے ہیں:

"اسلام نے عمومی طور پر شادی کے لیے بالغ و عاقل عمر ہونے کو ہی راجح اور زن و شو کے لیے معاشرتی اور طبی نقطہ نظر سے بہتر قرار دیا ہے۔ طبی، معاشرتی اور سماجی اعتبار سے اسلام نے کسی مجبوری کی صورت میں شادی ہو جانے کے باوجود عمل مجامعت کو کئی شرطوں کے ساتھ باندھ دیا ہے تا کہ لڑکی کی زندگی تباہ نہ ہو اور شادی کے بعد اس کی زندگی خوش گوار رہو۔ مستحسن یہی رکھا ہے کہ لڑکے لڑکیوں کی شادیاں عقل وشعور اور مکمل بلوغ کے بعد ہی کی جائیں جب عورت کا جسم ہر طرح سے پورا ہو چکا ہو اور جن جسمانی حصوں کی نشوونما تولد و ازدواج کے ساتھ خاتون کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ ان کی نشوونما کا عمل بھی مکمل ہو جائے۔ جن لڑکیوں کی کم عمری میں شادی ہو جاتی ہے وہ عام طور پر اسکول نہیں جاسکتیں اور ان کے ساتھ گھریلو استحصال، تشدد اور ریپ بھی بڑھ جاتا ہے، ان میں ایچ آئی وی سمیت جنسی طور پر منتقل ہونے والے دیگر انفکشنز کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ لڑکی کے بدن کی نشوونما رک جاتی ہے۔ حمل گر جاتا ہے، ماں بننے میں دقتیں پیش آتی ہیں، بچّہ کی نشوونما نہیں ہوتی، کم عمری میں مجامعت سے رحم کے دہانے میں کینسر کے امکاں بڑھ جاتے ہیں۔ وقت سے پہلے بڑھاپا طاری ہو جاتا ہے۔"[3]

دنیا کی تقسیم مختلف ممالک اور اقوام میں کی گئی ہے۔ ہر ملک اور قوم کے اپنے اپنے طور طریقے، رواج، رسومات، تقاضے اور ضروریات ہیں جو ان کے مذہب کے بانی نے طے کیے ہیں۔ جہاں تک آزاد کشمیر میں کم سنی کی شادیوں کا تعلق ہے تو 84471 مربع میل پر مشتمل وادی فردوسِ کشمیر ہمالیہ اور قراقرم کی آغوش میں آباد اپنے طلسماتی و ملکوتی حسن کے باعث زمانہ قدیم سے اپنا ایک منفرد جغرافیائی، علمی، تہذیبی اور ثقافتی وقار رکھتی ہے۔ تین صوبوں (جموں، لداخ اور کشمیر) پر مشتمل ریاست جموں وکشمیر اوائل سے ہی علم و ادب اور تہذیب و ثقافت کا

گھور رہی ہے۔ ناگ مت، بدھ مت، شِومت اور اسلام ہر ایک مذہب نے یہاں عروج حاصل کیا۔ آزاد کشمیر میں بھی مذہب، قبیلے اور علاقے کی مناسبت سے شادی بیاہ کی رسومات بھی اپنے طور طریقے کے مطابق ہے تاہم انسانی زندگی کے آغاز اور اس کے تدریجی ارتقا کے سلسلے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابتدائی انسان میں زندگی کا شعور موجود تھا۔ مختلف قسم کی اقوام نورانی، نیگرائیڈ، آسٹرک، دروڑی اور آریاؤں کا ذکر ملتا ہے اور ہر ایک نے اپنے اپنے تمدن اور طرز بود و باش کی بنیاد رکھتے ہوئے شادی بیاہ اپنے اپنے رسم ورواج کے مطابق نبھائے۔ گوتم بدھ، برہمنوں اور پھر عرب تاجروں کی پیروی بھی کی گئی، لیکن کشمیریوں کا اپنا ایک علاقائی تشخص ہے، جو صدیوں سے برقرار چلا آرہا ہے۔ غلامی و محکومی کے شدید ترین ادوار سے گزرنے کے باوجود انھوں نے اپنی ملی قدروں اور مجلسی زندگی کو متاثر نہیں کیا۔ اکتوبر 1974ء کو جو علاقے یہاں کے مقامی باشندوں نے قبائلی مجاہدین کی مدد سے آزاد کروالیے ان آزاد کیے گئے علاقوں کو آزاد ریاست جموں وکشمیر کہا جاتا ہے۔ یہاں 24 اکتوبر 1947ء کو عبوری حکومت قائم کی گئی۔ آزاد کشمیر کے دس اضلاع، انیس تحصلیں اور ایک سو بیاسی یونین کونسلیں ہیں جن کی اپنی تہذیب وثقافت، شادی بیاہ اور دیگر رسم ورواج موجود ہیں اور ان رسومات میں ایک اہم مسئلہ کم سنی کی شادیوں کا بھی ہے۔ یہ شرح زیادہ تر دیہی علاقوں میں موجود ہے۔

آزاد کشمیر کے مایہ ناز ادیب ملک بشیر مراد آزاد کشمیر میں کم سن شادیوں کے حوالے سے اپنے مضمون "شادی خانہ بربادی" میں یوں لکھتے ہیں:

"ہمارے دوست ڈاکٹر میر یوسف صاحب بھلے اور شریف آدمی ہیں، بھلے مانس اس لیے کہ وہ پروفیسر ڈاکٹر ہیں اور شرافت کی سند یہ کہ قوم کے نو نہالوں کو اردو جیسا بے ضرر مضمون پڑھاتے ہیں اور پروفیسر ہونے کے باوجود ہمہ وقت مسکراتے رہتے ہیں اتنے سارے اوصاف حمیدہ کے وہ اکیلے وارث ہیں لیکن نہ جانے کیوں کچھ دنوں سے ہمیں ایک خمیدہ وپیچیدہ موضوع پر قلم گھسائی کے لیے اکسا رہے ہیں کہ ہم کم عمری کی شادی پر اپنے دلی جذبات کا تحریری اظہار کریں۔ یہ تو معلوم نہیں کہ ہماری رائے انھیں کیوں درکار ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے۔ ہمیں تو صغیر سنی کی شادی کا کوئی زاتی تجربہ یا صدمہ ہرگز لاحق نہیں رہا ہم نے تو اتنی کبیر سنی میں شادی کے معاملے میں ہاتھ ڈالا جب لوگ اکتا کر بیگم سے گھبرا کر ایسے معاملات سے ہاتھ نکال رہے ہوتے ہیں جب کہ کچھ اللہ والے ایسے بھی ہوتے ہیں جو چوتھی شادی خانہ بربادی کے لیے اتھ پاوں مار رہے ہوتے ہیں۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ میر صاحب کے نظر میں ہماری اس تحریر کا کیا مصرف ہے ہمارے خیال میں تو شادی کا مصرف بھی اس کے سوا کچھ نہیں کہ خواہ مخواہ ایک غریب ملک کی بیروزگار آبادی میں بڑھتوری کی سبیل پیدا کی جاے۔"[4]

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم بہت سی وجوہات کی وجہ سے کم سنی کی شادی کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ہم پلاننگ سے ایک عاری قوم ہیں۔ ہمارے دیہی علاقوں میں کم سنی کی شادی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ بچوں کی پیدائش سے پہلے ہی انھیں رشتہ ازدواج میں بندھ دیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے ملک بشیر مراد نے بڑے مزاحیہ انداز میں اس قبیح رسم پر گہری چوٹ کی ہے۔ لکھتے ہیں: "اس طرح ہم کم عمری تو کیا ہر عمری شادی پہ معترض ہیں اور بفرض محال کسی غیر شرعی مجبوری میں کرنی پڑی جائے تو آخری عمر میں کی جائے تاکہ آبادی میں کم سے کم اضافے کا امکان رہے۔ ہم اس باتکان صرف مشورہ دے رہے بلکہ اس قاعدے کے پابند بھی رہے ہیں خدا گواہ ہے کہ ہم ایک عمر تک پورے خلوص نیت کے ساتھ شادی سے بچتے بچاتے اور چھپتے چھپاتے رہے لیکن ہونی ہو کر رہتی ہے آخر

کار فرشتوں کے لکھے پر ناحق پکڑے ہی گئے۔ تاہم ہم نے شادی اس عمر میں کی جب باقی ماندہ سارے کام تمام کر چکے تھے بلکہ نہ کرنے والے کام بھی کر چکے تھے اور ابھی تک اسی عقیدے پہ راسخ ہیں کہ شادی اس وقت کرنی چاہیے جب اور کچھ کرنے کو نہ ہو اور نامعقول کام کرنے پہ بندہ تلا بیٹھا ہو۔ مگر اس کا کیا کیا جائے کہ کچھ شریف لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو شادی کا شوق دل سے لگائے پیدا ہوتے ہیں بعضے تو باقاعدہ شادی شدہ حالت میں پیدا ہوتے ہیں کہ ان کی والدہ ماجدہ نے امید سی ہوتے ہی اپنی جیسی کسی پر امید خاتون سے اپنے مستقبل قریب میں ظہور پذیر ہونے والے نومولود کا رشتہ ازدواج پہلے ہی سے اس شرط پہ باندھ رکھا ہوتا ہے کہ اگر خدا نخواسطہ امید بر آئی اور آمدہ بچے جنس مخالف میں پیدا ہوئے تو ہر دونوزاییدہ فریقین کے مابین باہمی رشتہ زوجین برحق ہے۔ اس طرح کے نامعقول فیصلوں کی اڑ میں نومولود گان پیدائشی طور پر شادی شدگان پیدا ہوتے ہیں اور عمر بھر پریشان رہتے ہیں۔ وہ بچپن میں شادی کو بھی کھلونا جان کر کھلتے رہتے ہیں ہوش اس وقت آتا ہے جب بچے پیدا کر کر کے بے ہوش ہو چکے ہوتے ہیں۔ گھر کے اندر میاں بیوی میں جوتم پیزار اور باہر گلی میں درجن بھر بچے ماردھاڑ اور تو تکرار میں گتھم گتھا ہو رہے ہوتے ہیں جب کہ محلے والے ریفری بنے پھرتے ہیں۔ بچپن کی شادی کا نقصان یہ بھی ہے کہ طویل عرصے تک نہ چاہتے ہوئے بھی خواہ مخواہ چلتی رہتی ہے۔ نوبت ایں جارسید کہ میاں بیوی ایک دوسرے کی شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے اس کے باوجود بچے متواتر اور بلا تعطل پیدا ہو رہے ہوتے ہیں ۔ ہمیں تو آج تک اس سائنسی طریقہ واردات کی سمجھ نہیں آئی کہ میاں بیوی میں شدید نفرت اور مسلسل جنگ و جدل کے باوجود اتنے تواتر اتنی خوش اسلوبی اور اتنی بڑی تعداد میں بچے کیسے پیدا ہوتے ہیں۔ غالب نے شاید اسی حالت زار کا رونا اس مصرعے میں رویا تھا۔

کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا"[5]

آزاد کشمیر میں کم سنی کی شادیوں کی بھی بہت سی وجوہات ہیں۔ سب سے بڑی وجہ غربت ہے اور یہ ایسا مسئلہ ہے جو انسان سے سب کچھ کرواسکتا ہے۔ خیر زمان راشد آزاد کشمیر میں کم سنی کی شادی اور وجوہات کے حوالے سے یوں لکھتے ہیں:

"آزاد کشمیر میں کم سنی کی شادیوں کی لمحہ موجود میں بڑی وجہ غربت اور تعلیم کی کمی ہے، جن رورل ایریاز میں بچیاں سکول نہیں جاتیں یا انکی تعلیم ادھوری رہ جاتی ہے والدین ان کی شادی کرادینا ضروری سمجھتے ہیں، کچھ گھرانوں اور برادریوں میں جلدی شادی کا رواج بھی ہے کم سنی کی شادی کی ایک بڑی وجہ بچپن کی نسبت بھی ہے جو اکثر والدین طے کر دیتے ہیں، جس کا خاندان اور برادری پاس رکھتی ہے۔ وٹہ سٹہ بھی اسکی ایک وجہ ہے جس میں بعض اوقات بدلے میں دی گئی بچی کم سن بھی ہو تو رخصتی کر دی جاتی ہے غریب و یتیم بچیوں کے سرپرست یا والدین بھی ایسا کر دیتے ہیں۔ بعض مواقع پر کسی محبت کی شادی کے تاوان میں بھی کم سن بچی کی شادی کروادی جاتی ہے۔ کم سنی سے اگر بارہ پندرہ سال کی عمر ہے تو یہ رجحان اب بہت کم ہو گیا ہے۔ اس حوالے سے شعور بلند ہوا تو شادی کی عمر شرعاً نہیں لیکن رواجاً بہت کم ہے۔ دیہاتوں میں اب بھی یہ واقعات ہو جاتے ہیں لیکن شہروں میں کم سن کی شادیوں کے واقعات اکا دکا ہی رپورٹ ہوتے ہیں۔ جن کا تناسب پہلے سے بہت کم ہے"[6]

ہمارے ہاں ایک سوچ یہ بھی ہے کہ اگر لڑکیوں کی شادی جلد نہ کی گئی تو وہ غلط مردوں کے جال میں بھی پھنس سکتی ہیں، اور گھر سے بھاگ بھی سکتی ہیں۔ پھر ان موبائل فونز نے تو اس مسئلے کو اور ہی بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ کم سنی کی شادیوں میں اضافے کی ایک بڑی وجہ لڑکیوں اور

لڑکوں کے درمیان روابط میں اضافہ بھی ہے۔ کئی دفعہ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ کم عمر لڑکیوں کی شادی وٹے سٹے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ تنازعات کے تصفیوں کے لیے بھی کم عمر لڑکیوں کی قربانی دی جاتی ہے۔ بعض قبائل اور علاقوں میں پیسوں کے عوض بھی یہ کام کیا جاتا ہے۔ کم سنی کی شادی کی ایک بڑی وجہ اپنے خاندان کے کسی فرد کے جرم کی پاداش میں ہر جانے کے طور پر بھی لڑکیوں کو دے دیا جاتا ہے۔ پھر بڑی وجہ شعور اور آگاہی کا فقدان بھی ہے۔ اسی طرح بعض قبائل اور علاقوں کے فرسودہ رسومات وروایات بھی بڑی وجہ ہیں، دیہی علاقوں میں وٹہ سٹہ کی رسم اور پھر اپنے خاندان میں رشتے جوڑنے کی رسومات اس سماجی خرابی میں اضافہ کر رہے ہیں۔ لڑکیوں کو کم حیثیت دینے اور انہیں مالیاتی بوجھ کے طور پر دیکھا جانا بھی ایک وجہ ہے۔ بعض علاقوں اور بعض قوموں میں رواج بھی ہوتا ہے جیسے سندھ میں بلوچ قوم لڑکی کی پہلی ماہ واری پر اس کو بیاہ دیتے ہیں۔ اور آج کل بارہ تیرہ سال کی لڑکی کو ماہ واری ہو جاتی ہے۔ ایک وجہ یہ بھی اکثر دیکھنے کو ملتی ہے کہ لڑکے کو سدھارنا ہے تو شادی کر دو۔ ان کم عمر شادیوں سے نہ صرف بچوں کو خوراک کی عدم دستیابی اور بے روزگاری جیسی لعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈالنا پڑتا ہے بلکہ بچے نفسیاتی دباؤ کا شکار ہو کر زندگی کی دوسری تمام لذتوں اور خوشیوں کی بہاروں سے محروم ہو کر پریشانی اور ناامیدی کی دنیا میں چلے جاتے ہیں جہاں سے باہر آنا ان کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ صدف احمد، صائمہ خان اور شمون نوشاد کا کہنا درست ہے:

"Causing major psychological and physiological issues in adolescent girls resulting in losing relationship, confidence and ability to maintain a healthy relationship. Purpose of the study was to evaluate the aspects of psychological disturbance occurring in married young girls along with educational rate and the situation of depression with comparison of unmarried girls of the same age specifically there is strong correlation between a woman's age at marriage and the education that she receives. Uniformly across the countries early marriages are associated with lower educational attainments. This observational study was conducted through multi-logistic structures, questions and girls in between of 13 to 35 were included. This study proved that at the age of early marriages, girls face too many responsibilities which cause mental and psychological depression." [7]

چھوٹی عمر کی شادیاں نہ صرف بچوں کے لیے نفسیاتی مسائل پیدا کر رہی ہیں بلکہ یہ بچوں اور گھر میں دوسرے رہنے والے لوگوں کے لیے بھی ذہنی دباؤ کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ ماہرین نفسیات انسانی ذہنی دباؤ کی ایک بڑی وجہ کم عمر شادیوں کو بھی قرار دیتے ہیں۔ بعض لوگ مذہب کا سہارا لے کر انتہا پسندی کی طرف چلے جاتے ہیں اور کئی جاہلانہ فیصلے کرتے ہیں۔ ان کے کیے گئے غلط فیصلوں کا خمیازہ نہ صرف ان کے بچوں کو بلکہ آنے والی نسل کو بھی بھگتنا پڑتا ہے۔ کم عمر شادیاں نہ صرف ذہنی اور جسمانی دباؤ کو اپنی طرف مائل کر رہی ہیں بلکہ ذمہ داریوں کا بوجھ بھی بھاری مقدار میں جوڑے پر ڈال رہی ہیں۔ اس حوالے سے اقتباس دیکھیں:

"Marriage is a step towards independency that introduces lots of responsibilities, decision making and serious commitments but early married girls fail to cope with it as marriages require satisfaction. Level of maturity and considerable sense of responsibilities has not been seen in younger couples who are under 18. Various factors

are responsible for early marriages that include male dominancy, parents' ignorance, lack of awareness, pressure from relatives and community." [8]

کم عمر شادیوں کا رواج عام کرنے میں کم تعلیم یافتہ افراد اور نام نہاد مذہبی سکالروں کا بڑا کردار ہے۔ اکثر لوگ اپنی کم عمر بیٹیاں کسی بڑی عمر کے امیر آدمی کو دینے کے لیے بھی تیار ہو جاتے ہیں جس سے بچیاں دماغی طور پر خلل کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اس حوالے سے کی گئی تحقیق کی ایک رپورٹ دیکھیں:

"The mental problems of the people of AJK are to do early marriages and the most people are poor. They give their adolescent daughters to the old one who is rich. As the result of this mental and psychological stress is increased and most of the girls lose their ego and self-respect. The girls face many problems just because of mismatching the level of their partner. The rich are selfish and they have lust of sex only. As a result of this they cannot take care of their wives and provide psychological issues."[9]

آزاد کشمیر میں اکثر عورتوں کے طلاق ہونے کی وجہ ان کی کم عمری میں شادیاں ہیں۔ کم عمری میں عورت کے لیے دوسرے گھر میں جا کر وہاں کے لوگوں کے ذہن اور سوچ کے مطابق خود کو ڈھالنا ایک بہت بڑا مشکل کام ہوتا ہے۔ اس طرح لائی ہوئی لڑکی ذہنی دباؤ اور نفسیاتی پریشر کا شکار ہو جاتی ہے اور بعض اوقات طلاق تک نوبت چلی جاتی ہے۔ اس دوران طلاق دینے والا آدمی بھی ذہنی طور پر مفلوج ہو چکا ہوتا ہے۔ محمد کبیر اس ضمن میں جموں وکشمیر ٹائم اخبار میں لکھتے ہیں:

"خطہ کشمیر میں اگرچہ لوگ بعض معاملات میں بڑے آگے نظر آتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان پر اچھا خاصا پرانے اور فرسودہ سماج کا اثر حاوی نظر آتا ہے۔ پیدا ہوتے ہی بچی کسی کے نام کر دی جاتی ہے۔ جب یہ بیچاری سکول کی عمر کو پہنچ جاتی ہے تو اسے اپنے گھر سے باہر جانے اور اپنی مرضی کے خلاف آدمی کے بارے میں سوچنا پڑتا ہے۔ یہ سوچ بچی کو ایک نفسیاتی دباؤ کا شکار کر دیتی ہے۔ یہی حال ایک مرد کا بھی ہوتا ہے کہ اسے گھر والے چچا، ماموں اور خالوں کی بیٹی کے ساتھ جوڑ کر اس کی زندگی کو ایک بڑی مصیبت بنا دیتے ہیں۔ ابھی اس کے پڑھنے کی عمر ہوتی ہے کہ شادی کا طوق اس کے گلے میں ڈال دیا جاتا ہے جس سے تعلیم ادھوری کے ساتھ ساتھ ذہنی دباؤ کا شکار ہو جانا پڑتا ہے۔"[10]

کم عمری میں شادیاں بچوں کو روزگار کے حوالے سے ذہنی طور پر دباؤ کا شکار کر دیتی ہیں۔ بچوں پر گھر کی ساری ساری ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں جو انھیں نفسیاتی الجھنوں کا شکار کر دیتی ہیں۔ محمد ذیشان جموں وکشمیر ٹائم میں ایک کالم میں رقم طراز ہیں:

"آزاد کشمیر میں رہنے والے لوگوں کی بری عادات میں سے ایک بری عادت یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو نابالغ عمر میں شادی کے رشتے میں باندھ دیتے ہیں۔ عام طور پر بچیوں کے والدین اس معاملے میں پریشان نظر آتے ہیں۔ وہ اس پریشانی کے عالم میں بچیوں کو دے دیتے ہیں جن سے ان کا جینا حرام ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض گھروں میں بچے کے ساتھ بھی زیادتی کی جاتی ہے۔ اس کو چھوٹی عمر میں شادی کروا کر اس کی طاقت سے زیادہ کام لیا جاتا ہے۔ یہ چیز اس بچے کے لیے نفسیاتی بیماری کو دعوت دینے کا ایک بہت بڑا ذریعہ بن جاتی ہے۔"[11]

آزاد کشمیر میں کم عمر شادیوں کا رواج زیادہ تر دیہی علاقوں میں موجود ہے۔ اس کی وجہ رسم و رواج کی بے جا رواداری اور چند گھریلو مجبوریاں ہیں۔ لوگوں کے پاس مزدوری کے مواقع بہت کم ہیں جس کی وجہ سے گاؤں والے مرد سردیوں کے موسم میں مزدوری کی غرض سے

شہروں کا رخ کرتے ہیں۔ گھر پر صرف عورتیں ہوتی ہیں۔ یہ عورتیں گھر کے کام کاج میں اپنی مدد کروانے کے لیے اپنے کم عمر بچوں کی شادیاں کر کے گھر میں بہولے آتی ہیں۔ آنے والی لڑکی عمر میں چھوٹی ہونے کی وجہ سے ناتجربہ کار اور ذہنی طور پر بھی نابالغ ہوتی ہے۔ اس نابالغ بچی سے جب طاقت سے زیادہ کام کروایا جاتا ہے تو یہ ذہنی طور پر دباؤ کا شکار ہو جاتی ہے۔ یہاں صرف ایک ہی لڑکی کا مسئلہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے خاوند سمیت سارا گھر ذہنی الجھن کا شکار ہو جاتا ہے۔ کم سنی میں کی جانے والی شادیاں کمزور اور ناپائیدار ثابت ہوتی ہیں کیوں کہ اس عمر میں بچے یا بچی کا ذہن اتنا زیادہ پختہ نہیں ہوتا جتنا کہ ایک شادی شدہ جوڑے کا ہونا چاہیے۔ لاریب کومل ایک اخبار میں لکھتی ہیں: "آزاد کشمیر میں چند بچیوں کو ان کی مرضی کے خلاف چھوٹی ہی عمر میں عمر رسیدہ مردوں کے نکاح میں دیا جاتا ہے یہ عمل انتہائی خطرناک ہے عورت کے حقوق کی سرعام پامالی کی جا رہی ہے اور اس کو نفسیاتی دباؤ کا شکار کیا جا رہا ہے۔ اگر ایسی بچیاں شادی کے بعد ساری زندگی دباؤ اور محرومیوں میں اپنی زندگی گزارنے لگتی ہیں اس کا اثر نہ صرف بچوں بلکہ خاوند پر بھی ہوتا ہے کیوں کہ خاوند کے ساتھ مزاج نہ ملنے سے اس کی زندگی بھی خوشگوار نہیں رہ سکتی۔"[12]

کم سنی کی شادی کا سب سے زیادہ نقصان کم عمر لڑکی کی صحت پر پڑتا ہے۔ سماجی اعتبار سے گھریلو لڑائی جھگڑے کا بھی شکار ہو جاتی ہیں۔ جنسی طور پر منتقل ہونے والی بیماریاں بڑھ جاتی ہیں، دوران زچگی ہونے والی پیچیدگیوں کی وجہ سے ماں کی موت بھی ہو جاتی ہے۔ خون کی کمی، فسٹیولہ جیسے مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں، آبادی میں اضافے کی وجہ بھی کم عمر شادیاں ہیں۔ ملک بشیر مرادیوں لکھتے ہیں:

کم عمری کی شادی کم عقلی کا نتیجہ ہوتی ہے جس کا فائدہ وکیلوں کو ہوتا ہے کہ طلاق کے مقدمات کی شرح شادی کے سانحات سے بھی بڑھ جاتی ہے اور نقصان معیشت اور معاشرے کو پہنچتا ہے کہ بے روزگار اور بے سہارا بچوں کی تعداد میں بے محابہ اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ کم عمری کی شادی میں تعلیم کا سلسلہ رک جاتا ہے اور جہالت کا سلسلہ طوالت اختیار کر لیتا ہے والدین جو خود ان پڑھ اور بے روزگار ہوتے ہیں انھیں بچوں کی تعلیم کا نہ عقلی شعور ہوتا ہے نہ جسمانی اور معاشی ہمت رہتی ہے یوں معاشرے میں غربت و جہالت نسل در نسل برابر فروغ پاتی رہتی ہے۔ ایک خاندان جو پہلے ہی غربت اور جہالت سے لبالب بھرا پڑا ہے اس کا ہر پہلوان مزید دس دس بچے پیدا فرما کر اپنی مردانگی کا ثبوت دیتا ہے تو پھر اندازہ کیجیے کہ یہ سلسلہ کہاں تک جاتا ہے کم عمری کی شادی کا شوق جنوں بن کر نسل در نسل چلتا ہے۔ بچہ پیدا ہوتے ہی والدین شادی کی تیاریوں میں جت جاتے ہیں ان کی تیاریاں دیکھ کر بچہ اتنا جذباتی ہو جاتا ہے کہ جسمانی لحاظ سے تیار ہوئے بغیر ذہنی طور پر تیار ہو جاتا ہے۔ اس قدر ترغیبی ماحول کے باوجود اگر کوئی تیار نہیں ہوتا تو احباب تفتیش میں لگ جاتے ہیں کہ آخر تیار نہ ہونے کی وجہ کیا ہے اور پھر پیہم پوچھ گچھ میں اس بچارے کا وہ حشر کرتے ہیں کہ غریب کو شادی کر کے عملی طور پر دندان شکن جواب دینا پڑتا ہے اس کے بعد جملہ تفتیش کار اور تخریب کار ایسی گہری اداسی اور خاموشی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ بچارے سے یہ بھی نہیں پوچھتے کہ میاں اب کس حال میں ہو؟ کم عمری کی شادی میں زچہ اور بچہ دونوں خطرے اور خسارے میں ہوتے ہیں جب کہ ڈاکٹر حضرات وارے نیارے میں ہوتے ہیں پس ڈاکٹر اور ملا لوگ کم عمری کی شادی کے نہ صرف حامی ہوتے ہیں بلکہ اس کارِ خیر کی دل سے دعا بھی دیتے ہیں کہ اس طرح امراض، نکاح اور اموات کی شرح میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا ہے اور انہیں معاملات سے ہر دو کے معاشی مفادات بھی وابستہ ہوتے ہیں۔[13]

کم سنی کی شادیاں بلواسطہ اور بلاواسطہ ملکی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہیں۔کم عمر میں شادی کرنے والے اکثر ایچ آئی وی، امراض نسواں سمیت کئی دیگر مسائل پیدا ہوتے ہیں۔لڑکی میں کم سمجھ داری ہو گی اور وہ مرد کو سمجھنے میں بھی ناکام ہو گی اس طرح مرد جلدی اکتا جاتے ہیں۔اکثر بڑی عمر کے مرد عورت سے بھی سوبر اور سنجیدگی کی توقع کرتے ہیں جب کہ کم عمر لڑکیاں زیادہ تر چنچل ہوتی ہیں۔سسرال والے کم عمر بہو سے بھی اسی سلیقہ اور سمجھداری کی امید لگاتے ہیں۔یہ سب عوامل مل کر ایک کم سن چنچل لڑکی کو چڑچڑا اور بدمزاج بنا دیتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ایک سولہ سال کی لڑکی محض شادی کے دو سال بعد ہی ایک پکی عورت لگنے لگتی ہے۔کم عمر لڑکی کو نہ ہی گھر چلانے کی سوجھ بوجھ ہوتی ہے اور نہ ہی رشتہ ازدواج کی فکر و اہمیت ہوتی ہے۔ایسے میں طلاقیں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔مظفر آباد میں مقیم ایک ماہرِ امراضِ نسواں ڈاکٹر حنا کے مطابق:"چوں کہ لڑکی پوری طرح بڑھی نہیں ہوتی اور اس کی پیڑو کی ہڈیوں کی نشو نما پوری طرح نہیں ہوئی ہوتی، اس بات کا بہت امکان ہے کہ اسے بچے کو جنم دینے کے لیے سرجری کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ایک کم عمر ماں کو تشنج بھی ہو سکتا ہے جس کے نتیجے میں بلڈ پریشر زیادہ ہو سکتا ہے اور جسم پھول سکتا ہے۔کم عمری کی شادیاں آبسٹیٹرک فسٹولا نامی عارضے کی ایک بہت بڑی وجہ ہیں۔کم عمر، غذائی قلت کی شکار اور جسمانی طور پر کم زور لڑکیوں میں عام ہے اور یہ تب پیدا ہوتی ہے جب وہ معمول سے زیادہ طویل درد سے گزرتی ہیں۔پیروں کی ہڈیوں پر دیر تک پڑنے والے دباؤ سے کھال کے بافتے مرنا شروع ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے ریکٹم اور اندام نہانی کے درمیان یا پھر مثانے اور اندام نہانی کے درمیان سوراخ پیدا ہونے کی وجہ سے پیشاب اور پاخانہ مسلسل اور خلافِ معمول جاری رہتا ہے۔زچگی میں پیچیدگیاں اکثر اوقات موت کا سبب بھی بنتی ہیں۔"[14]

آزاد کشمیر میں ایک مسئلہ کم عمری میں بچوں کو رشتہ ازدواج میں باندھنا ہے۔یہ جوڑے ابھی ذہنی طور پر اس قابل نہیں ہوتے کہ وہ اپنے گھر کی ذمہ داریاں لے سکیں۔ ایسا کام اکثر غریب گھروں میں ہوتا ہے۔ بچے پہلے سے غربت کے ستائے ہوئے ہوتے ہیں اور اوپر سے اور زیادہ بوجھ پڑنا ان کے لیے کسی بڑی بلا سے کم نہیں ہوتا۔کم عمر بچے شادی کی عمر کو مزے سے گزارنے کے بجائے ذہنی اور نفسیاتی دباؤ کا شکار بن جاتے ہیں۔اگرچہ کچھ تعلیم یافتہ لوگ کم عمر شادیوں کے حق میں نہیں لیکن یہ آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔دنیا کے کئی ممالک اس لعنت کا شکار ہو کر اپنی آئندہ نسل کو ذہنی مریض بنا چکے ہیں۔آزاد کشمیر کی ایک فعال سماجی کارکن ماریہ اقبال ترانہ نے ایک انٹرویو میں یوں بتایا:

"کم عمر میں بیاہی جانے والی اکثر لڑکیاں اپنا بچپن پوری طرح سے نہیں گزار پاتیں جو ان کے لیے بہت سی نفسیاتی اور جذباتی الجھنوں کا باعث بنتا ہے ۔شادی کے بعد فوراً ماں بننے کا دباو بھی کم عمر لڑکیوں میں زچگی کے دوران زیادہ اموات کی وجہ ہے۔۔ایک ایسی لڑکی جسے جسمانی نشوونما مکمل ہونے سے پہلے ماں بننے پر مجبور کیا جاتا ہے کے لیے حمل کا جسمانی اور نفسیاتی دباو برداشت کرنا مشکل ہوتا ہے۔بچوں کا جسم تیار نہیں ہوتا اور نتیجتاً پیدا ہونے والے بچے کا وزن بہت کم ہوتا ہے۔پھر ذہنی صحت پر اثر پڑتا ہے اور ان سب عوامل کو دیکھنے کی اشد ضرورت ہے کیوں کہ ان کا براہ راست تعلق کم عمری میں شادی سے ہے ۔کم عمری میں شادی کی وجہ سے لڑکیوں کی تعلیم کا سلسلہ بھی عموماً منقطع ہو جاتا ہے۔کم عمری کی وجوہات میں تعلیم کی کمی، معاشی حالات، علاقائی روایات، ہراسمینٹ اور بیٹیوں کو اہمیت نہ دینا وغیرہ وغیر۔کم عمری کی شادیاں بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہیں کیوں کہ یہ معصوم بچوں سے ان کا بچپنا چھین لیتی ہیں۔اگر آپ اٹھارہ سال کی عمر سے پہلے ووٹ نہیں دے سکتے،

الیکشن نہیں لڑ سکتے، قانونی معاہدے نہیں کر سکتے، تو شادی جیسی سماجی ذمہ داری کے لیے اجازت کس طرح دی جاسکتی ہے۔ بالخصوص دیہی علاقوں میں یہ معاملہ ہر دوسرے گھر کے لیے سنگین ہے کیوں کہ وہاں صحت کی بنیادی سہولتیں مناسب نہیں ہیں۔"[15]

کم سنی کی شادی کے اسباب سماجی بھی ہیں اور مذہبی بھی، المیہ یہ ہے کہ اس حوالے سے موجود قوانین کے نفاذ میں کوئی سنجیدہ نہیں اور نہ ہی ہم خود سنجیدہ ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم مسائل در مسائل میں خود بھی پھنس رہے ہوتے ہیں اور اپنے خاندان کے لیے بھی کئی طرح کے مسائل پیدا کر رہے ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے ملک بشیر مراد بڑے مزاحیہ انداز میں اس رسم پر تنقید کرتے ہیں:

سنا ہے کہ دار ورسن کی ایک کہنہ مگر تابندہ روایت یہ بھی ہے کہ دار پر مصلوب کرنے سے پہلے آخری خواہش پوچھی جاتی ہے اگر اس عالم نزاع میں کسی پاکستانی کنوارے سے آخری خواہش پوچھی جائے تو وہ بے اختیار پکار اٹھے گا "شادی شادی شادی" لیکن اس بے چارے مصیبت مارے کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ وہ سزائے موت کے بجائے عمر قید کی مانگ کر رہا ہے جو زیادہ ازیت ناک ہوتی ہے۔ دار پہ تو ایک منٹ جھولنے کے بعد اس کی گلو خلاصی ہمیشہ کیلئے طے ہے جب کہ شادی کی پھندے میں تمام عمر الٹالٹکا رہے گا لیکن اس کا کیا کیجیے گا کہ ہم ازیت پسند لوگ ہیں تمام عمر ازدواجی زندگی کی ناخوشگواری پہ دھاڑیں مار مار کے روئیں گے لیکن دوسری شادی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے۔ ہمارے ہاں زندگی کا پہلا خواب شادی ہوتا ہے اور آخری بھی شادی۔ پہلی شادی کا خواب بچپن میں دیکھتے ہیں تو لڑکپن میں دوسری کا، جوانی میں تیسری کا اور بڑھاپے میں چوتھی کا جب کہ آخر میں اس غم سے مر جاتے ہیں کہ شرعی لحاظ سے پانچویں شادی کی آجازت کیوں نہیں ہوتی۔ ہمارے ملک کی یہ بھی خاص خصوصیت ہے کہ ہم برے کاموں میں کسی کو بھی آگے نہیں بڑھنے دیتے بلکہ دوڑ لگا کر خود آگے نکل جاتے ہیں کہ ہم جہادی قوم ہیں بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ برے لوگ ہم سے آگے نکلنے کی جرات بھی کریں چنانچہ ہم ایسے نیک امور میں دنیا کی رینکنگ میں ہمیشہ پہلے نمبروں کے حصول کی جدوجہد میں ملوث رہتے ہیں اوراب تک بے شمار ریکارڈ توڑ پھوڑ چکے ہیں البتہ کم عمری کی شادی میں کوشش بسیار کے باوجود ہنوز چھٹے زینے پر کھڑے ہیں مگر فکر کی کوئی بات نہیں اگر جہالت کا چلن یہی رہا اور کم عمری کی شادی کی بد چلنی کی ڈگر پر اسی بے خودی اور سر مستی میں دوڑتے رہے تو ان شااللہ وہ دن دو نہیں کہ جب ہم اس میدان میں بھی سب کو پچھاڑ کے پہلے نمبر پہ آ جائیں گے۔[16]

ضرورت اس بات کی ہے کہ کم سنی کی شادیوں کے ان محرکات و اسباب کا تدراک کیا جائے جو کم سنی کی شادیوں کی وجہ بنتے ہیں، پھر چائلڈ میرج کے تدراک کے لیے موئثر حکمت عملی اور پالیسی ترتیب دی جائے۔ موجودہ قوانین میں تبدیلی لا کر انھیں مزید مؤثر بنانے کی ضرورت ہے۔ شادی کے وقت لڑکی کی عمر کی تصدیق کے لیے کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈ یا کسی اور سرکاری دستاویز کا ہونا ضروری ہے۔ حکومت، سول سوسائٹی، ارکین پارلیمنٹ، میڈیا، ڈاکٹروں، وکیلوں، اساتذہ اور معاشرے کے دیگر افراد کی ہم آہنگ کوششوں کی ضرورت ہے۔ ہمارے ہاں کم سن عمر کی شادیوں کے روک تھام کے لیے موئثر اور نہایت کم قوانین ہیں اور پھر ان قوانین پر عمل نہیں کیا جاتا، امیروں اور غریبوں پر یکساں قوانین لاگو نہیں کیے جاتے۔ تحفظ حقوق نسواں کے لیے مؤثر اور جان دار آواز کی ضرورت ہے۔ چائلڈ میرج کی روک تھام کے لیے Child Marriage Restraint Act پر عمل درآمد ضروری ہے۔ عالمی سطح پر شادی کی عمر اٹھارہ سال مقرر ہے۔ لہذا عالمی سطح پر واضح

طور پر بین الاقوامی معاہدے کے آرٹیکل (2)16 کے تحت کم سنی کی شادیاں انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہیں۔اسی طرح (CRC) کے مطابق بچوں کو حق بقا، استحصال، غیر مناسب سلوک اور اپنے خاندان کی ثقافتی اور سماجی زندگی میں مکمل طور پر شمولیت کا حقوق دیے گئے ہیں۔ان بین الاقوامی معاہدوں کے مطابق ہم پر یہ پابندی عاید ہوتی ہے کہ ہم اپنے ملک میں بچیوں کو تحفظ دیں اور ان کے تمام حقوق کیلئے ضروری اقدام بھی اٹھائیں۔پاکستان اور آزاد کشمیر پینل کوڈ کے سیکشن A310 کے تحت زبردستی شادی کی سزا متعین ہے لیکن عمل کیا جانا ضروری ہے۔شادی اس وقت ہی ہوتی ہے جب لڑکا اور لڑکی بالغ ہوں اور شادی کی اجازت بھی دے۔بنیادی طور پر یہ ایک معاہدہ ہے اور معاہدہ ہمیشہ عاقل اور بالغ کے درمیان ہو سکتا ہے۔اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ نابالغ کی شادی ہو سکتی ہے تو یہ سراسر قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔بہر حال یہ بھی سچ ہے کہ آزاد کشمیر کا سماج قبائلی نہیں جس کی وجہ سے سماجی شعور پہ جبر اس درجے کا نہیں جو روایتی قبائلی سماج میں ہے لوگ وقت کے ساتھ ساتھ اپنا چلن اور اپنی شادی بیاہ کی روایات پہ نظر ثانی کر رہے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ کم سنی کی شادیاں ایک سماجی مسئلہ نہیں ایسے کیس اب بھی رپورٹ ہو رہے ہیں۔اس حوالے سے سماجی اور مذہبی علما اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔میرے خیال میں شادی کا بہترین وقت یہ ہے کہ جب بچے جسمانی اور ذہنی طور پر عاقل بالغ ہو جائیں تو شادی کروالینی چاہیئے تاکہ دونوں صورتوں میں جسمانی اور نفسیاتی مسائل کے لاحق ہو جانے سے بچا جا سکے۔

حوالہ جات

[1] سورۃالنور آیت32

[2] السنن الکبری للبیھقی7، 214، رقم13755

[3] مولانا سلطان احمد اصلاحی، ''کم سنی کی شادی اور اسلام''، مشمولہ، سہ ماہی علم وادب، شمارہ نمبر4 علی گڑھ، 2014، ص13

[4] ملک بشیر مراد، شادی خانہ آبادی، غیر مطبوعہ

[5] ایضا

[6] خیر زمان راشد، آزاد کشمیر کی شادیاں، غیر مطبوعہ

[7] Sadaf Hamid, Saima Khan, Alia Shamoon Noshad, International Journal of Indorsing Science Research, 2013, V3, P16.

[8] Women health causes, status policies and issues, Daily news usaf Islamabad 2020, P 11

[9] When the mother is child: the impact of marriage on mental health, dawn news Islamabad, 2021, p3

[10] محمد کبیر، جموں وکشمیر ٹائمز، آزاد کشمیر2021، ص3

[11] ذیشان عباسی، آزاد کشمیر میں عورتوں کے مسائل، روزنامہ، سیاست، مظفر آباد، 15مئی2029، ص4

[12] لاریب کومل، آزاد کشمیر میں خواتین کے نفسیاتی مسائل، مشمولہ روزنامہ محاسب، مظفرآباد، 27، مارچ2017ء

[13] ملک بشیر مراد، شادی خانہ آبادی، غیر مطبوعہ

[14] ڈاکٹر حنا، خواتین کے مسائل، مشمولہ، سیاست، 2021ء

[15] ماریہ اقبال ترانہ، انٹرویو، بوقت3 بجے بہ تاریخ2022، بہ مقام، جلال آباد مظفر آباد آزاد کشمیر

[16] ملک بشیر مراد، شادی خانہ آبادی، غیر مطبوعہ